رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ ...... ے

ششماہی ...... ے

سہ ماہی ...... ے

قیمت فی پرچہ (۲ر)

شرح چندہ

سالانہ ......

ششماہی ......

سہ ماہی ......

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد ۲ | ۶ر بہمن سنہ ۱۳۵۴ف | ۲۲ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۳ھ | ۹ر دسمبر سنہ ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۳۵)

تاریخ نگاری کا مقصد

ہندوستان کی معاشی و سماجی تاریخ پر خرافات کا پردہ پڑا ہوا ہے

جب کوئی مورخ کسی خاص زمانہ کے لوگوں کے حالات کو اس طرح پیش کرے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ لوگ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے بہادروں کی لمبائی کتنی تھی وہ کس قسم کے مکانوں میں رہتے تھے وغیرہ وغیرہ تو ہم ایسے مورخ کو مورخ نہیں کہیں گے بلکہ اسے وقائع نگار کہا جائے گا۔ وقائع نگار حوادث کے اسباب و نتائج سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس مورخ کا یہ کام ہے کہ وہ حوادث کے اسباب و نتائج پر بحث کرے کسی مورخ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ وقائع نگار بھی ہو۔ وقائع نگاری کی طرح سوانح نگاری کو بھی تاریخ خیال کرنے جانے سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سوانح نگار کسی مخصوص عہد کی تاریخ کو اس عہد کے مشاہیر تک ہی محدود دکھاتا ہے۔ وہ مشاہیر کو دیوتاؤں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے سوانح نگار کے سامنے ارتقائے انسانی کی جماعتی شکل نہیں ہوتی۔ وہ صرف جماعت کے ذریعہ چند افراد کو اہمی سرگرمیوں اور کارناموں کا مرکز بناتا ہے۔ سوانح نگار بہت بڑا ادیب ہو سکتا ہے لیکن بہت مورخ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مورخ کا کام ان مشاہیر کے کارناموں کے اسباب و نتائج پر بحث کرنا ہے۔

یونانی اور رومی تاریخ نگاروں کے بعد عرب تاریخ نگاروں کی ایک جماعت دکھائی دیتی ہے۔ اس جماعت نے تاریخ نگاری کے فن میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اسی جماعت کے ایک فرد ابن خلدون نے تاریخ نگاری کو سائنس بنا دیا۔ وہ پہلا مورخ ہے جو نہ صرف حوادث کے اسباب و نتائج پر بحث کرتا ہے بلکہ ایک مخصوص زمانہ کے معاشرہ کو اس زمانہ کے معاشی اسباب کا مظہر بتاتا ہے۔ ابن خلدون کے بعد یورپ کے تاریخ نگاروں میں تنقید کی روح پیدا کر دی۔ ابن خلدون کو کارل مارکس کا پیشرو کہا جا سکتا ہے۔ مارکس کی تاریخی مادیت سے یہ مراد ہے کہ انسان کے تمدنی ارتقاء میں معاشی عناصر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دنیا کے بیشتر ملکوں کے مورخوں نے اپنی تاریخ کو اسی نظریہ کی روشنی میں مرتب کرنا شروع کر دیا۔

ہندوستان میں تاریخ نگاری نے ترکوں افغانوں اور مغلوں کے عہد حکومت میں بہت زیادہ ترقی کی۔ ہندوستان کے فارسی مورخوں (فارسی زبان میں لکھنے والے) کی صف میں جہاں وقائع نگاروں کی کثرت ہے وہاں کی ایک بلند پایہ مورخ بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مورخ حوادث کے اسباب و نتائج پر بھی بحث کرتے ہیں۔ ازمنہ وسطیٰ کے فارسی مورخوں میں ہمارے زمانے بنارسی کی ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس کی خلاصۃ التواریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد مغلیہ کی نشست ملک کے حالات پر مشتمل ہے خلاصۃ التواریخ میں جہاں ملک کے سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی اور تمدنی کوائف

بھی پیش کرتا ہے۔ حکیم سین کی تاریخ دلکشا اورنگ زیب کی تخت نشینی سے شاہ عالم کے عہد حکومت تک کے حالات بیان کرتی ہے۔ مورخ اپنے عہد کے رسم و رواج و اپنے زمانہ کی حالت سے بھی بحث کرتا ہے۔ تاریخ دلکشا ہندوستان کے ایک خاص عہد کے تہذیبی اور تمدنی حالات کے لئے ایک مستند حیثیت رکھتی ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد حکومت میں انگریزی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی تاریخ نگاری کا سلسلہ جاری رہا۔ جب ہندوستان میں جب انگریزی کو ذریعہ تعلیم کی سی حیثیت حاصل ہو گئی تو اسکولوں اور کالجوں کے لئے تاریخ کی درسی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ ان کتابوں کے ساتھ ہی بعض ہندوستانیوں نے ہندوستان کی تاریخ کے خاص خاص ادوار پر مستقل کتابیں لکھنا شروع کیں۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی تاریخ نگاری کا آغاز ہوا ہے۔ انگریزی اردو اور دوسری صوبائی زبانوں میں ہندوستان کی تاریخوں کے بہت سے ذخیرے موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابیں خاص خاص مقاصد کے حصول کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابیں پڑھنے والوں کو ہندوستان کی تاریخ ایک ایسے خود رو جنگل کی مانند دکھائی دیتی ہے جس میں ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے چند ہزار سال کی تاریخ میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تسلسل و ربط کو کیا جائے اور ان معاشی اسباب کو اجاگر کیا جائے جن کی بدولت ہندوستان کی سیاسی مرکزیت اس ملک کی مختلف قوتوں کو نصیب ہوتی رہی۔

ہندوستان کے موجودہ تاریخ نگاروں کی ایک جماعت ہندوستان کی تاریخ کا آغاز آریوں کی آمد سے شروع کرتی ہے۔ یہ جماعت آریائی آمد سے پہلے کے ہندوستان کو جنگلیوں وحشیوں اور بربریوں کا مسکن بتاتی ہے دوسری جماعت ایک تمام تر سرگرمیوں کو ازمنہ وسطیٰ کے تاجداروں کی داستانوں پر مرکوز کئے ہوئے ہے۔ تیسری جماعت ہندوستان میں برطانوی راج کی برکتوں کے راگ الاپتی جا رہی ہے۔ چونکہ ... جماعت... دماغ کو ذرا دقت کی مشکل میں پھنسا رہی ہے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

چارمینار پریس

اشتہار، لیبل، پوسٹر، پمفلٹ، مراسلے

کتابیں، اخبار، رسالے، اردو، انگریزی، گجراتی

گجراتی، ہندی، مرہٹی، کنڑی، تلنگی، ہر زبان،

اور ہر قسم کی چھپوائی کا معقول انتظام۔

چارمینار پریس
گلزار حوض حیدرآباد
ٹیلیفون نمبر ۳۳۹۱۱

ملکت
ہفتہ وار

جلد ۱۲ | ۲۶ بہمن ۱۳۵۴ف | نمبر ۳۵

انتشار انگیزی

گذشتہ ہفتہ پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس کا پانچواں اجلاس مسٹر گلشن کمار ٹکو کی صدارت میں بمقام دیول منعقد ہوا۔ کانفرنس کے انعقاد سے دو روز قبل معاصر "رعیت" نے تحریر کیا تھا:-

"ہمیں یہ تسلیم ہے کہ ایک ایسی ریاست میں جہاں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہوں ایک مشترکہ زبان کو ضرور اہمیت اور ایک خاص جگہ حاصل ہے لیکن عوام کی مادری زبان نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ لہذا عوام کی مادری زبانوں اور ملک کی مشترکہ زبان میں ایک ملاپ قائم کرنے کا اہم سوال ہے۔ ہم کو امید ہے کہ اس بارہ میں کانفرنس زیادہ وسیع نظر اختیار کرے گی"

معاصر رعیت کے اس اداریہ کو پڑھنے کے بعد ہم کچھ رہے تھے کہ اس دفعہ بابت کانفرنس ایک حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اختیار کریں گے اور مختلف زبانوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے سے متعلق تعمیری تجاویز پیش کریں گے۔ مگر کانفرنس کی تقاریر اور روئداد پڑھ کر ہمیں بڑی مایوسی ہوئی ہمیں سب سے زیادہ حیرت مسٹر پی رام کشن راؤ کے خطبۂ استقبالیہ پر ہوئی جس میں اردو کے خلاف جذبات کی شدت کا اس طرح مظاہرہ کیا گیا تھا کہ اس کی توقع ہمیں صاحب موصوف جیسے قوم پرست پبلک کارکن سے نہ تھی۔ اس کانفرنس کی روئداد اور اجتماع پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ اس کو رعایائے ملک سرکارعالی کی کانفرنس کہا جارہا ہے لیکن یہ درحقیقت صرف ایک فرقہ کے بعض انتہاپسند افراد کی کانفرنس ہے جو سیاسی اغراض کے لئے زبان کے مسئلہ کو اٹھا رہے ہیں۔

مسٹر رام کشن راؤ کے خطبۂ استقبالیہ سے لے کر ہر مقرر کی تقریر اس مفروضہ پر مبنی تھی کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ یہ ایک ایسی غلط بیانی ہے جس کی تردید کرنے پر معاصر "دکن کرانیکل" کو ——

جو اس کانفرنس سے پوری ہمدردی رکھتا ہے —— مجبور ہونا پڑا۔ معاصر "دکن کرانیکل" نے سرتیج بہادر کی ایک تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے۔ سرتیج بہادر سپرو نے بھی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ:-

"فرانس کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں رائج ہیں لیکن لکھنے پڑھنے کے لئے ایک ہی زبان استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح ترکی میں عربی و فارسی زبانیں ہیں لیکن ملک کی زبان ترکی ہی رہی جس میں عربی فارسی اور فرانسیسی اصطلاحات کا خاصا ذخیرہ ہے۔ اردو ہندوستان میں معاشرتی میل ملاپ کا ذریعہ ہے اور اگر اس ذریعہ کو دھکا پہونچا تو وہ تہذیب اور کلچر جس کو ہندو مسلمانوں نے مل کر بنایا ہے ختم ہو جائے گا۔"

اس مستند بیان کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے ان سیاسی محرکات کو بے نقاب کرتا ہے جو زبان کے مسئلہ کے پیچھے کار فرما ہیں۔

اس کانفرنس میں ذریعہ تعلیم کا مسئلہ مرکز نظر بنا رہا اور بار بار یہ کہا گیا کہ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دے کر حکومت سرکارعالی نے مقامی زبانوں پر ظلم کیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ حکومت نے مقامی زبانوں کو وہ اہمیت دی جس کی وہ مستحق ہیں۔ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کی کیا وجہ تھی اس پر ہم اس سے قبل کئی بار اپنی رائے ظاہر کرچکے ہیں لیکن کارکنان کانفرنس نے اس سے چشم پوشی کرنا ہی بہتر سمجھا۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ اردو کوئی غیر ملکی زبان نہیں بلکہ یہ نتیجہ ہے ہندو مسلم میل ملاپ کا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی میل جول اور کاروباری تعلقات نے ایک نئی زبان اور ایک نئے تمدن کو جنم دیا جس کی ترقی میں ہندو اور مسلمان برابر کے شریک ہے

جب یہ مشترکہ زبان حیدرآباد کے ہر گوشہ میں پھیل گئی تو نواب تابع علی خان سالار جنگ اول نے فارسی کے بجائے جو اس وقت سرکاری اور دفتری زبان تھی اردو کو رعایا کی عام سہولت کے لئے سرکاری زبان قرار دیا۔ اس مستحسن اقدام کا نتیجہ یہ ہوا کہ تلنگانہ، مرہٹواڑی اور کرناٹک کے تین مختلف علاقوں میں اردو کے ذریعہ یہاں کے باشندوں میں میل جول پیدا ہوا اور رابطۂ اتحاد قائم ہوگیا۔ اسی میل جول سے حیدرآباد میں ایک مشترکہ تہذیب نمو پائی جس کو دکھنی تہذیب سے موسوم کیا جاتا اور جس کو مٹانے کے لئے آج بعض نام نہاد قوم پرست لیڈر سرگرم عمل ہیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے حکومت سرکارعالی کی تعلیمی پالیسی کا بنیادی اصول وہی ہے جس کو سرتیج بہادر نے مولہ بالا تقریر میں پیش کیا ہے۔ اردو نہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ حیدرآباد کی ستر فی صد آبادی اردو بولتی اور سمجھتی ہے۔ ہندو طلبہ نے اس زبان میں وہ مہارت حاصل کی ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ خود جامعہ عثمانیہ میں ہندو طلبہ کی تعداد ساٹھ فی صد کے قریب ہے۔ ایسی مشترکہ اور عام زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے ساتھ ساتھ حکومت سرکارعالی نے اپنی تعلیمی پالیسی کو اس اصول پر مرتب کیا ہے کہ ہر طالب علم کو اپنی مادری زبان سے بھی پوری واقفیت حاصل ہو چنانچہ ابتدائی تعلیم خالص مادری زبان میں دی جاتی ہے اور بعد کے درجوں میں بحیثیت ثانوی زبان اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ابتدائی ثانوی منزل میں ان طلبہ کے لئے جو اردو نہیں جانتے ان کی مادری زبان لازمی قرار دی گئی ہے۔ لڑکیوں کے لئے آٹھویں جماعت تک مادری زبان کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اعلیٰ ثانوی جماعتوں اور جامعاتی منزل میں بھی مقامی زبانوں کی تعلیم کا انتظام موجود ہے بعد جامعاتی منزل میں مقامی زبانوں کی تحقیق اور ریسرچ کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ مقامی زبانوں میں مخطوطات محفوظ کئے گئے ہیں۔ آندھرا یونیورسٹی، ہینڈارکر انسٹی ٹیوٹ اور جنگی کاڈمی جیسے اداروں کو فیاضانہ عطئے دیئے گئے۔ غرض یہ طریقے ہے جس کے ذریعہ حکومت نے مشترکہ زبان اور مقامی زبانوں میں ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کی اور وہ "ملاپ" قائم کیا جس کا ذکر معاصر "رعیت" نے اپنے اداریہ میں کیا ہے۔ ہم نے اس کانفرنس کی تقاریر اور روئداد پر اس نقطۂ نظر سے غور کیا کہ اگر حکومت کی موجودہ تعلیمی پالیسی ناقص ہے تو یہ سیاسی لیڈر جو اپنے آپ کو ماہر تعلیم بھی سمجھتے ہیں کیا کوئی ایسی اسکیم پیش کرتے ہیں جو مشترکہ زبان اور مقامی زبانوں میں "ملاپ" اور ہم آہنگی پیدا کرسکتی ہے اور جو حکومت کی اسکیم سے بہتر ہے۔ مگر ہم کو اس جستجو میں ناکام رہے۔ جو تجاویز ذریعہ تعلیم سے متعلق پیش کی گئی ہیں وہ ہم آہنگی اور ملاپ کے بجائے انتشار پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

اس کانفرنس میں ثانوی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا مطالبہ جس شد و مد کے ساتھ

پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ اردو کو ثانوی منزل میں ذریعہ تعلیم بنانے کی وجہ سے ہندو طلبہ کی بڑی تعداد بقلیم حاصل کرنے سے محروم ہو جاتی ہے۔ لیکن واقعات اس کے خلاف ہیں۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکٹ کے امتحان میں ہندو طلبہ عثمانیہ میٹرک میں زیادہ شریک ہوتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گزشتہ (۲۵) سال کے عرصہ میں جب سے کہ اردو کو ثانوی منزل میں ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے ملک کی ذہنی سطح بلند سے بلند تر ہو گئی اور علم کی روشنی دور دراز مواضعات میں بھی پہنچ گئی۔ ہم نے اس سے قبل اس مطالبہ کا تجزیہ کر کے اپنی رائے پیش کی تھی اس کا اعادہ یہاں ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ:۔

> اگر ان لیڈروں کے مطالبہ کے مطابق مقامی زبانوں کو ثانوی منزل میں ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا تو وہ طالب علم جو تلنگی یا مرہٹی میں میٹرک پاس کریں گے جامعہ عثمانیہ میں کس طرح چل سکیں گے جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اگر ایسے طلبہ کی خاطر چار مقامی زبانوں میں جامعات قائم کی گئیں جو حیدرآباد کے مخصوص حالات کے لحاظ سے نامناسب اور ناممکن ہے تو اس کے بعد یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ ہر علاقہ کا نظم و نسق اسی علاقہ کی زبان میں چلایا جائے۔ اگر ایسی صورت پیدا ہو تو ہمارے مشترک تمدن اور ہماری سیاسی وحدت کا جو حشر ہوگا ظاہر ہے۔ ان مطالبات کا مقصد مقامی ضروریات کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ ان کے عقب میں زبردست سیاسی تحریکات کارفرما ہیں جن کا مقصد مرکز گریز رجحانات پیدا کر کے مملکت آصفیہ کا شیرازہ بکھیرنا ہے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کانفرنس کا مقصد تعلیمی مسائل کا حل دریافت کرنا نہیں بلکہ ان میں الجھن پیدا کرنا ہے۔ ہمارے اس خیال کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ارباب کانفرنس نے جہاں اردو کی حیثیت میں وہ جگہ دینا بھی گوارا نہیں کیا وہاں حکومت سے یہ درخواست کی ہے کہ ہندی کو ریاست کی زبان تسلیم کر لیا جائے۔ یہ بات تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ ہندی حیدرآباد کی مروجہ زبانوں میں سے نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس قسم کا مطالبہ پیش کرنا تعلیمی مسائل کا حل نہیں بلکہ مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔ جب اس انتشار انگیز ذہنیت کے ساتھ ارباب کانفرنس اپنے آپ کو قوم پرست کہتے ہیں تو ہمیں ان کا یہ دعا

ملک کو پیش نظر رکھا ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ ارباب حکومت کانفرنس کی قراردادوں پر غور کرتے وقت ہمارے اس تجزیہ کو پیش نظر رکھیں گے اور اپنی موجودہ تعلیمی پالیسی پر سختی سے قائم رہیں گے کیونکہ یہ پالیسی عملاً مفید ثابت ہو رہی ہے۔

قابل یادگار کارنامہ

سنگارینی کالریز کے حصص کی خریدی سے متعلق حکومت سرکار عالی نے ایک یادداشت شائع کی ہے جس میں اس مسئلہ کی تفصیلات درج ہیں۔ گزشتہ ہفتہ آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس نے اس کی وضاحت فرمائی جس کے تحت سنگارینی کالریز کے (۵۰۰) فی صد حصص کو حکومت سرکار عالی نے خرید لیا ہے۔ "حیدرآباد دکن کمپنی" سے خرید لیا ہے۔ "حیدرآباد دکن کمپنی" ۱۸۸۶ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کو ۹۹ سال کا ٹھیکہ دیا گیا تھا جس کی مدت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں اس کمپنی کے تمام معادن کو (۳۰۰۵) مربع میل کا رقبہ پٹہ پر دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں سنگارینی کالریز کمپنی قائم ہوئی اور اس کمپنی کے (۵۰۰) فی صد حصص "حیدرآباد دکن کمپنی" نے حاصل کر لئے تھے۔ بالعموم جنگ عظیم میں صنعتوں کے نشوونما کے لئے کوئلہ کی کس قدر ضرورت ہے محتاج بیان نہیں۔ "حیدرآباد دکن کمپنی" کے (۵۰۰) فی صد حصص خرید کر حکومت نے کمپنی مذکور کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور ملک کی ایک بنیادی ضرورت کی تکمیل کی۔ یہ صرف یہی نہیں بلکہ کوئلہ کے علاوہ سونے وغیرہ اور دیگر معدنیات کے حقوق و مراعات جو حیدرآباد دکن کمپنی کو حاصل تھے حکومت سرکار عالی نے حاصل کر لئے ہیں۔

بعض حلقوں میں اس معاملہ کے مالیاتی پہلو کی نسبت کچھ شکوک پیدا کئے جا رہے ہیں جن کا صدر المہام صاحب فینانس نے صحافتی کانفرنس میں ازالہ کر دیا جس کی تفصیلات مقامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حسب ذیل امور حکومت کے زیر غور رہے:۔

(۱) سنگارینی کالریز کا مالیاتی موقف
(۲) گزشتہ زمانہ میں جو رقوم منافع کمپنی نے تقسیم کیں (۳) مستقبل میں کمپنی کی ترقی کے امکانات (۴) کمپنی کے مراعات اور پٹوں کی قیمت (۵) ہندوستان میں حصص

کمپنی کی بازاری قیمت۔

بعض حلقوں میں ایک شبہ کو بھی اس مقدار میں ظاہر کیا جا رہا تھا کہ ان معدن کو جسے نکالا گیا موجود ہے صدر المہام بہادر فینانس نے اس شبہ کو رفع کرتے ہوئے فرمایا کہ ماہرین کی رائے کے مطابق تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں زیر زمین کوئلے کی مقدار کا اندازہ (۱) ارب ۴۰ کروڑ ٹن کیا گیا ہے جس میں سے اس وقت تک جو باہر نکالا گیا ہے وہ (۴) ارب (۲۸) کروڑ ٹن باقی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کے شبہات ایسے کارنامہ کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ساری تفصیلات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکومت نے نتیجہ خیز طور پر سنگارینی کالریز کے حصص خرید کر ملک میں معدنی وسائل سے استفادہ کے کافی امکانات موجود ہیں۔ آنریبل مسٹر غلام محمد نے اپنی دوراندیشی سے ان معدنی وسائل کو حکومت کے قبضہ میں لا کر ایک قابل یادگار خدمت انجام دی ہے جس پر ہم صدر المہام بہادر فینانس کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ساتویں معاشی کانفرنس کا پروگرام

حیدرآباد ۲۳ دسمبر ساتویں کل حیدرآباد معاشی کانفرنس معاشی کمیٹی انجمن طیلسانین عثمانیہ کے زیر اہتمام ۲۸ دسمبر نمائش گاہ باغ عامہ میں منعقد ہو گی فضیلت جنگ بہادر نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی افتتاح فرمائیں گے۔

کانفرنس کے دوران (۷) جلسے ہوں گے چہارشنبہ ۲۸ دسمبر کو پہلا اجلاس دن کے ۱۰ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک آنریبل مسٹر (؟) صدر المہام مال حکومت سرکار عالی کی صدارت میں منعقد ہو گا۔ اس جلسہ میں حیدرآباد کے مسائل غذا پر مباحث ہوں گے۔ اسی تاریخ ۳ بجے سے ۵ بجے تک دوسرا اجلاس مولوی مرزا محمد بیگ صاحب کی صدارت میں منعقد ہو گا۔ جس میں حیدرآباد کے نظام مالگذاری پر مباحث ہوں گے۔ دوسرے دن پنجشنبہ کو پہلا اجلاس ۵ بجے سے ساڑھے سات بجے تک آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس کی صدارت میں منعقد ہوگا جس میں حیدرآباد کے معاشی منصوبہ بندی کے متعلق مباحث ہوں گے دوسرا اجلاس مسٹر ... نائیڈو کی صدارت میں حیدرآباد کے مزدوروں کے مسائل پر غور و خوض کے لئے منعقد ہوگا۔

لا ثانی اسپیشل چائے رجسٹرڈ استعمال فرمائیے ملنے کا پتہ چینا تاگری ٹی امپوریم روبرو معظم جاہی مارکٹ

دول عظمیٰ کے مابعد جنگ مقاصد

مجلس تحفظ امن عالم کے مضمرات

متحدین فتح کے قریب ہیں۔ اس واقعہ پر ہر شخص کو خوش ہونا چاہیے کہ فاسطیت کا قلع قمع ہو رہا ہے لیکن فتح کا وقت جوں جوں قریب آتا جا رہا ہے اقوام متحدہ کے قائدین میں تسلط کی اسپرٹ پیدا ہو رہی ہے۔ یہ چیز واضح ہوتی جا رہی ہے کہ متحدین عالمی تسلط کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

اس جنگ کے آغاز میں چرچل اور روزولٹ نے مشترکہ اور منفرد طور پر اعلانات جاری کئے جن میں دنیا کے ہر حصہ کو آزادی اور خود ارادیت کا اطمینان دلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہر قوم اپنے معاملات میں خواہ وہ معاشی ہوں سماجی یا سیاسی اپنا اختیار استعمال کرے گی۔ ان سارے قول و قسم کے اصولوں کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ شہرہ آفاق منشور اوقیانوس سے ابتداء ہوئی اور انتشار ذہنی کے ساتھ ہر تین دو قسمیں پر ہو رہی ہے۔ ان حالات کا نفرنسوں میں خود مختاری کی خلاف ورزی کی گئی جس کے تمام اور بقا کے لئے جنگ لڑی جا رہی ہے۔

مجلس تحفظ عالم

اب ذرا اس امر پر غور کرو کہ ڈمبرٹن اوکس کا معاہدہ کیا ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) تحفظ امن عالم کے لئے ایک کونسل قائم کی جائے جس کے مستقل ارکان چار دول عظمیٰ ہوں گے بعد میں فرانس بھی اس میں شامل کیا جائے گا۔ چھ غیر مستقل ارکان اقوام کا انتخاب دو سال کے لئے مجلس کے عام جلسہ میں ہوگا۔ مجلس میں تمام امن پسند ممالک شریک ہوں گے۔ بین الاقوامی امن قائم رکھنے کی ذمہ داری بالخصوص اس کونسل پر ہوگی اور اس کو جارحانہ اقوام کے انسداد کا پورا اختیار ہوگا۔ یہ کونسل بری، بحری اور ہوائی کارروائیاں کر سکے گی۔

(۲) تحفظ امن عالم کی اس کونسل کو زیادہ ضروریات اسلحات کی تنظیم و تخفیف اسلحات سے متعلق امور کی نسبت ایک فوجی اسٹاف کمیٹی مشورہ دیگی جو چار دول عظمیٰ اور فرانس کے چیف آف اسٹاف پر مشتمل ہوگی۔

نو مشکلہ اختیارات صرف کونسل کو حاصل ہوں گے اور عام مجلس کی حیثیت صرف ایک مشورہ دینے والی جماعت کی ہوگی۔ اور اس کی سفارش کرنے کے اختیارات بھی محدود ہوں گے۔ ان تجاویز میں بعض خامیاں بھی رہ گئی ہیں جن کی وجہ سے دول عظمیٰ کو استحصال کے مواقع حاصل رہیں گے۔

ہندوستان کا مستقبل

اس معاہدہ کے فقرہ (۷) میں درج ہے کہ دفعہ (الف) کے فقرہ ایک تا چھ کا اطلاق ایسی صورت حال یا تنازعات پر نہ ہوگا جو بین الاقوامی قانون کی رو سے کسی ملک کے داخلی مسائل میں آتے ہیں ہوں۔ ہندوستان کے متعلق سے اگر اس فقرہ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ محکوم اقوام کا مفاد پس پشت ڈال دیا گیا۔ بہ الفاظ دیگر ہندوستان کا مسئلہ برطانیہ کا گھریلو مسئلہ قرار پاتا ہے۔ گویا آزادی ہند کا مسئلہ مجلس تحفظ امن عالم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

تحفظ امن عالم کی کونسل کو اپنی معاہدہ پر مسلح فوجیں استعمال کرنے کے اختیار پر جتنا کم کہا جائے بہتر ہے۔ اگر تاریخ سے کوئی رہنمائی حاصل ہوتی ہے تو کوئی چھوٹی قوم شیں ہیں جن کی گزشتہ بیس سال کے عرصہ میں ہم نے اسپین کی جمہوریت کے خاتمہ کا مشاہدہ کیا ہے، اور فرانکو کی حوصلہ افزائی مسولینی کرتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حبشہ پر اٹلی کا حملہ اسٹریا کا الحاق وغیرہ جیسے واقعات اس قدر قلیل مدت میں رونما ہوئے ہیں اور یہ سارے واقعات قیام امن کے نام ہی سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ دول عظمیٰ کے سکوت سے کون واقف نہیں۔ اگر امن کے لفظ اسپین کو دول عظمیٰ کی خود غرضیوں کے لئے اس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے تو قیام امن اور جمہوریت کا سوال کہاں باقی رہتا ہے؟

پرانی کہانی

یہ واقعہ کچھ اہم نہیں ہے کہ اگر کسی مستقل رکن کے خلاف جارحانہ اقدام کا الزام عاید ہو تو تحفظ امن کی کونسل ووٹ دے سکتی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس امر کی بحث کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا کہ کیونکہ یہ دول عظمیٰ کے مفاد کے خلاف ہے۔ کیا یہ ملوکیت نہیں ہے؟

جیسا کہ ڈاکٹر ... کے ایک صحافی رکن نے بیان کیا ہے۔ "تحفظ امن کی کونسل ایک ایسا ادارہ ہوگا جیسا کہ ایک مدرسہ ہوتا ہے جس میں اساتذہ چھوٹے بچوں میں نظم و ضبط قائم رکھتے ہیں اور ان قوانین سے بالاتر ہوتے ہیں جو نظم و ضبط کے نافذ کئے جاتے ہیں۔"

مختصر یہ کہ ڈمبرٹن اوکس کا سمجھوتہ اصل پرانی ہے جس پر جمعیت اقوام تشکیل پائی تھی۔ اور یہ ادارہ بھی جمعیت اقوام کی اسپرٹ میں کام کریگا۔ جمعیت اقوام ... مقاصد کو ... ناکام

بربادکر سکے یا زندہ رکھ سکتی اور موجودہ سمجھوتہ بھی حالات کو زیادہ بہتر بنا دے گا۔ موجودہ جنگ سے قبل بعض ممالک نے قدیم جمعیت اقوام سے جو استفادہ یا فائدہ اٹھایا ایک لازمی نتیجہ عدم ناانصافیوں کا ظہور ہوا۔ کئی گمشیں اور اس بے اعتمادی کا جو دول عظمیٰ سے متعلق پیدا ہو گئی تھی۔ جب تک اقوام متحدہ چھوٹی قوموں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہیں گی یہ سمجھوتے اور معاہدے ردی کی ٹوکری میں پھینکے جائیں گے۔

دول عظمیٰ کی مسابقت

یہ امر ذہن نشین رکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مابعد جنگ منصوبہ بندی کے اس تجربہ کے آخر میں دول عظمیٰ ایک دوسرے سے مسابقت میں مصروف ہیں۔ برطانیہ صورت حال کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکہ عالمی تجارت کا اجارہ حاصل کرنے کی فکر میں ہے اور روس فتوحات جنگ میں سب سے زیادہ حصہ لینا چاہتا ہے۔ مفادات کا تصادم بالکل نمایاں ہے۔ برطانیہ کے روس کو اپنے مقاصد میں ہموار کرنا وقت طلب امر ہے۔ روس اپنا حصہ اپنے بہترین مفاد کے لئے لے گا۔ اور یہی چیز ترمیم میں فیصلہ کن ہوگی۔

(بمبئی کرانیکل ویکلی)

روس و ایران کے مابین تیل کا قضیہ

لندن ۳ ۔ دسمبر۔ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کا سیاسی وقائع نگار رقمطراز ہے۔ بیان یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ ایران کے نئے وزیر اعظم تیل کے قضیہ کو طے کر دیں گے۔

گزشتہ ہفتہ آقا مرتضیٰ علی خاں بیات کے وزیر اعظم ایران مقرر ہونے سے روس اور ایران کے تیل کے تنازعہ کے ختم ہونے کا امکان پایا جاتا ہے۔ چند ہفتوں تیل ایرانی تیل کی قدیم کشمکش پھر تازہ ہو گئی۔ جبکہ سوویٹ روس نے اپنے نائب وزیر خارجہ مسٹر کوشٹریز کے ذریعہ شمالی ایران میں کمیٹی جو تیل کے علاقہ کی تیل نکالنے کی مراعات مانگیں۔ جس پر سابق وزیر اعظم محمد سعید نے رعونت کا اظہار کیا کہ روس جیسی طاقت سے بچنے کیلئے انہوں نے تجارتی نامہ نگار سے کہا کہ فی الوقت کسی کو مراعات نہیں دی جائیں گی۔ طاہر سیکر وزیر اعظم روس کا دارالسلطنت پریشان تھے چنانچہ جب روس نے سخت احتجاج کیا اور آقا سعید کی برطرفی کا مطالبہ کیا تو پورا ہو گیا۔

آقا بیات اراکان مجلس پارلیمنٹ کے ... کے مقابلہ میں دو ووٹوں سے وزیر اعظم بنائے گئے۔ وہ پہلے سعید حکومت میں ایک بار ... کے وزیر تھے۔

ہو سکتا ہے کہ نئے وزیر اعظم تیل کے مسئلہ کو حل کرنے کا ایک یہ طریقہ اختیار کریں کہ روس کو یقین دلائیں کہ اس کے مطالبات پر جنگ کے بعد اس وقت غور کیا جائے گا جب روسی فوجیں ایران سے ہٹ جائیں گی۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال میں مجلس نے قانون بنایا تھا ... کہ جب تک یہ قانون نافذ رہے ... ایران نے صراحت کیا تھا کہ وہ ... کوئی حکومت ... کے معاملہ میں کوئی علاقہ داری ... نہیں رکھتا۔

کیا سپرو کمیٹی کانگریس اور لیگ میں اتحاد پیدا کر سکتی ہے؟

از

پی - سی - جوشی

اس ہفتے کے اخبارات میں اس خبر کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ غیر پارٹی لیڈر سر تیج بہادر سپرو کی رہنمائی میں ملک کے فرقہ وارانہ مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سپرو کے الفاظ میں وہ "فرقہ وارانہ مسئلہ اور اقلیتوں کے سوال کا آئینی اور سیاسی نقطہ نظر سے جائزہ لیں گے"۔

اس کمیٹی کا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ وہ سمجھوتے کی تکمیل کرے یا کوئی دستور تیار کرکے اس پر دستخط نہیں حاصل کئے جائیں گے۔ اس کمیٹی کا مقصد یہ ہے کہ ہر جماعت کا نقطہ نظر سمجھے اور تمام جماعتوں کے لیڈروں سے مل کر ایک قسم کے مصالحتی بورڈ کے فرائض انجام دے اور پھر اپنی ذمہ داری پر کوئی مناسب حل پیش کرے۔ اس کا اختیار ہندو، مسلمانوں، اچھوتوں، سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں کی جماعتوں کو حاصل ہوگا کہ وہ اس حل کو کس حد تک قبول کریں یا رد کر دیں۔ اس طرح کامیابی یا ناکامی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوال یہ نہیں ہے کہ سپرو خیال کرتے ہیں یا آپ کا ملک مصالحت کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لے کہ کوئی قابل عمل سمجھوتہ ہو سکے۔ جب سوال کا حل ہو جائے گا تو ہم اسے ملک کے سامنے پیش کریں گے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گاندھی جی کو اور دوسرے لیڈروں کو ہر طرح کی مدد دی جائے اور تمام جماعتوں کی ایک گول میز کانفرنس بلا کر اس مسئلہ پر غور کیا جائے۔

یہ تمام باتیں پہلی نظر میں کافی معقول معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کا نکتہ یہ ہے کہ اگر مصالحت کرنے والوں کو سب زیادہ اہم جماعتوں کا عملی تعاون حاصل نہ ہوا تو وہ اپنی طرف سے صرف اخبار میں بیان کرکے رہ جائیں گے اور مصالحت نہیں کی جا سکے گی۔ گاندھی جی نے سر تیج کو اپنی طرف سے تعاون کا یقین دلا دیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ مسٹر جناح کا بھی تعاون حاصل ہو گیا ہے یا نہیں۔ لیگی اخبارات کے رویے اور گذشتہ ایسے ہی موقعوں پر مسٹر جناح کے رویے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سر تیج نے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے مسلم لیگ کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے اب اس کی امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ لیگ کا تعاون حاصل کر سکیں گے۔ حال ہی میں انہوں نے اپنے بیان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسٹر جناح کا رویہ [illegible] اور [illegible] ہے۔ اگر مصالحت کرانے والے ان جماعتوں کو [illegible] نہیں کر سکیں گے۔ ان کے درمیان مصالحت کرا دینے کی امید نہیں کی جا سکتی [illegible] گے۔ جب تک کانگریس اور لیگی لیڈر [illegible]

یہ تک نہیں سمجھیں گے کہ وہ لیگ کا اعتماد کیوں نہیں حاصل کر سکے۔ اس وقت تک ہندوستان کو قومی اتحاد کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

ہمیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ سپرو کمیٹی میں کون کون لوگ ہوں گے لیکن اخبار والوں نے جن ناموں کی اشاعت کی ہے وہ چند قابل احترام بزرگوں کے نام ہیں۔ ان میں چند ریاستوں کے وزیر، دیوان، کچھ لبرل خیال کے پرانے آئی سی ایس اور ہائی کورٹ کے جج اور ایک آدھ پنجابی کاروباری آدمی بھی ہیں۔ مجھے یہ نہیں آتا کہ جن لوگوں کے دماغ کی ساخت انیسویں صدی کی ہے وہ بیسویں صدی کے مسئلہ کو کیسے حل کر لیں گے۔ ذہن کی قانونی تربیت کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں حقیقت پسندی بھی پیدا ہو جائے۔ انیسویں صدی کے گرم خوردہ آئینی اور قانونی اصول بیسویں صدی کے حالات پر منطبق نہیں کئے جا سکتے۔

سر تیج بہادر سپرو پرانی دنیا کی چند برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنہیں کانگریس اور لیگ سمجھوتہ کی دلی خواہش ہے لیکن بنیادی اصولوں کو نظر انداز کرکے وہ بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ پاکیزہ خواہشیں کامیابی کی ضمانت نہیں کر سکتی ہیں۔ ہم اہل ملک سے یہ ضرور کہیں گے کہ وہ سر تیج بہادر کی کوششوں سے غلط امیدیں وابستہ نہ کریں لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم ان کے مشن کے نتائج کے منتظر ہیں اور ان کی مخلصانہ اپیل میں ان کے شریک ہیں۔

"لیڈروں کی نیت پر حملہ کرکے ملک کی فضا کو گندہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص گاندھی جی کو دھوکہ باز کہے یا مسٹر جناح پر اسلام کا الزام لگائے تو میرے نزدیک یہ بیہودہ بات ہے۔ میں دونوں کی عزت کرتا ہوں۔"

لیگی اخبارات سپرو کی کوششوں کی طرف سے بدگمان ہیں مختصر الفاظ میں ان کا نکتہ نظر یہ ہے کہ سپرو گاندھی جی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ گاندھی جی نے لیگ کی تجویز رد کرکے یہ ثابت کر دیا کہ وہ دل سے اتحاد نہیں چاہتے۔ وہ در اصل دیوان سے مصالحت کرنا چاہتے تھے جب وائسرائے نے انکار کر دیا تو وہ قائد اعظم کے پاس گئے۔ لیگی مطالبے کی بنیاد پر قائد اعظم اتحاد کے لئے تیار تھے لیکن جب گاندھی جی اس پر راضی نہیں ہوئے تو لیگ کو نظر انداز کرکے غیر پارٹی لیڈروں کی مدد سے انگریزوں تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمان گاندھی جی پر اس قسم کا الزام لگا کر خود اپنے مقصد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اگر کوئی آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا تو آپ اس پر بدنیتی کا شبہ کرنے لگتے ہیں ایسا ہم خیال نہیں بنا سکتے۔ اس وقت ہم کچھ دوسرا نہیں ہے وہ بھی [illegible]

نہیں ہے۔ جب کانگریس اور لیگ کے دو سب سے بڑے لیڈر ملاقات کے بعد متفق نہیں ہو سکے تو بہتر ہوگا کہ دونوں غیر جانبدار کے سامنے اپنی کوششیں ختم کر دیں اور اس اہم مسئلہ کو حل کرنے دیں۔ یہ کوئی بری بات تو نہیں ہے۔ لبرل حضرات کانگریس سے زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے انہوں نے گاندھی جی سے جا کر مشورہ کیا۔

لیکن بعض حلقوں سے جس طرح سپرو کی کوششوں کی حمایت کی جا رہی ہے وہ لیگیوں کے شبہ کا باعث ہے۔ سر تیج نے اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ ثالث کی حیثیت نہیں بلکہ مصالحت کرانے والے کی حیثیت اختیار کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ صرف تبادلہ خیال کے لئے ہوگی لیکن راجہ جی نے اور نیشنل پریس کو جو بیان دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سپرو کی کوششوں کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

"جب دو جماعتیں باوجود زبردست کوششوں کے متفق نہ ہو سکیں تو ثالث مقرر کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ انسانی کوششیں بہترین لوگوں کا انتظار نہیں کر سکتی ہیں جو متفق نہ ہوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم مطالبہ کو اس کا موقع دیں کہ وہ اپنا فیصلہ جماعت پر صادر کرے۔ ہمیں چند شان کے کسی غیر متعصب ثالث کا فیصلہ تسلیم کرنا چاہئے۔ سر تیج بہادر سپرو کی کمیٹی اسی اہم کام کو انجام دینے کی کوشش کر رہی ہے"۔

لیگ کو کسی ثالث کا فیصلہ قبول کرنے کا مشورہ صرف وہ لوگ دے سکتے ہیں جو لیگ کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جس کی وہ مستحق ہے۔ جنہیں یہ شبہ ہے کہ میاں مسلم عوام حقیقی پاکستان چاہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ پاکستان کو مسلمانوں کی آزادی کے مسئلہ کا حل نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ کوئی سیاسی جماعت اس کے لئے تیار نہیں ہوگی کہ اپنے بنیادی مطالبہ کو کسی ثالث کی رائے پر چھوڑ دے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ ہندو مسلم سوال پر ثالث مقرر کرنے کا نعرہ ہندو مہا سبھا نے اٹھایا ہے۔ راجہ جی جیسے لوگ چند مرتبہ آدمی کی آزادی اور جمہوریت کی بنیاد پر کانگریس لیگ اتحاد کا تصور کرنا چاہتے ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسٹر جناح جو دباؤ ڈالنے سے نرم کیا جا سکتا ہے۔ ان کی حالیہ تقریروں اور بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سپرو کمیٹی کو ثالث سمجھ رہے ہیں۔

جس حیثیت سے روزناموں کا یہ خیال ہے کہ اگر مسٹر جناح سپرو کمیٹی کے سامنے حاضر ہوں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ سمجھوتہ نہیں چاہتے۔ اگر وہ سپرو کمیٹی کا فیصلہ قبول نہ کریں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ معقولیت پسند نہیں ہیں۔ کچھ اہم شخصیتوں کا بھی یہی خیال ہو کہ متحدہ ہندوستان تحریک کے ان کے دماغ میں۔

اور ڈاکٹر شیاما پرشاد اور ساورکر اپنی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ شیاما پرشاد کوشش کر رہے ہیں کہ راجہ جی فارمولا واپس لے لیا جائے۔ ساورکر اس فکر میں ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان کانفرنس کی تجویز پر کاربند ہوں۔

ڈاکٹر شیاما پرشاد اور ساورکر ہندوؤں کے رجعت پسند عناصر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

بقیہ ملاحظہ صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

مسٹر پی ایس راؤ نے ایک کتاب میں جو "کمیونسٹ کراٹیکل" میں شائع ہوا ہے تحریر کرتے ہیں کہ آندھرا کانفرنس میں دو جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئی ہیں۔ یہ جماعتیں قوم پرست پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی لفظی جنگ پر سارا آندھرا شش در ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے کارکن دور دراز مواضعات کا دورہ کر رہے ہیں۔ عوام کو غذا اور کپڑے کی ضرورت ہے مگر ان لیڈروں کو اس کا پرواہ نہیں۔ وہ مواضعات میں عوام کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے نہیں بلکہ آئندہ انتخابات میں ان کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے دورہ کر رہے ہیں۔

ہو گئی ہیں، ایک آریہ سماجی کانگریسی اور دوسری کمیونسٹ۔ انجمن میں افتراق کے لئے ان جماعتوں کی کشمکش مزدوروں کے لئے مضر ثابت ہو رہی ہے۔ مزدوروں کی شکایتوں اور ضروریات کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔

اس کا علاج خود مزدوروں کے ہاتھ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ان لیڈروں کو چندہ دینا بند کر دیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

برلا کا خاندان دریا دلی کے لئے مشہور ہے۔ یہ لوگ اہتمام سے کہہ چکے ہیں کہ ہر قسم کے فنڈ میں خوب دل کھول کر چندہ دیتے ہیں اور کانگریس کی تو بے حساب مدد کی ہے۔ برلا جوٹ مینوفیکچرنگ کمپنی (بہار) نے حکومت کے ان احکام کی خلاف ورزی کی کہ تیار شدہ مال پر قیمتوں کی مہر لگائی جائے اور بلا اجازت سامان برآمد کیا جائے۔ اس خلاف ورزی کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ چور بازار میں زیادہ دام حاصل کر کے نفع اندوزی کی جائے۔ مقامی مجسٹریٹ نے منیجنگ ایجنٹوں کے نام طلب کئے جن میں گھنشیام داس برلا سے کئی برلا شامل ہیں۔ اگر جرم ثابت ہو گیا تو سب برلاؤں کو تین سال کی سزا اور جرمانے بھگتنے پڑیں گے۔
(قومی جنگ)

آج تو مجسٹریٹ صاحب ان کو سزا دے سکتے ہیں مگر کل جب قومی حکومت قائم ہو گی اور اس حکومت میں برلا کے نمائندے منتخب ہو کر آئیں گے تو ان مجسٹریٹ صاحب کا کیا حشر ہو گا! کس قدر ناعاقبت اندیش ہے یہ مجسٹریٹ!!

مقامی جرائد میں ایک مراسلہ نگار تحریر کرتے ہیں کہ ریلوے مزدوروں کی بدنصیبی ہے کہ ان کی انجمن میں دو سیاسی جماعتیں پیدا

انجمن صحافت میں تقریر کرتے ہوئے فاضل مدیر "پیام" نے اخبار "مشاہد" کی بے راہ روی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ مجلس مدیران نے باوجود ناخواست اس اخبار سے اپنی بے تعلقی ظاہر کیا۔
(ایک خبر)

آپ نے اس اخبار کے خلاف اپنی بے تعلقی اور مذمت کی قرارداد اس وقت منظور کرائی جبکہ یہ اخبار بند ہو چکا تھا اور آپ کا جواب دینے کے لئے موجود نہیں تھا۔ یہ ہے آپ کی اخلاقی جرأت!

اور سنئے! مجلس اتحاد المسلمین، آندھرا مہاسبھا، ہندو اور کمیونسٹ کانفرنسوں کے مدیروں اور دوسرے پبلک کارکنوں نے "مشاہد" کی صداقت اور بے باکی کی ستائش کرتے ہوئے ایک بیان جاری کیا تھا جو پیام نے شائع نہیں کیا۔ یہ ہے صحافتی اخلاق! "پیام" کا دعویٰ ہے کہ وہ رائے عامہ کا ترجمان ہے مگر رائے عامہ "پیام" کی اس خوش اخلاقی پر ہنستی ہو گی۔

کس نمی گوید کہ ہمیں دوغ من ترش است!

اسی تقریر میں فاضل مدیر "پیام" نے ماہیانہ "شمس" جیسے جرائد کی مذمت کی اور فرمایا کہ بعض جرائد ذاتی مفاد کی خاطر صحافت کے اخلاقی معیار کو گرا رہے ہیں۔

مسٹر فاتح (ڈاکٹر میر ضیاء الدین احمد اور مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ کو مطمئن ہونا چاہئے کہ صاحب "پیام" آئندہ سے شمسی جیسے جرائد اور ذاتی حملوں سے اجتناب کریں گے۔ وہ اپنی کمپنی ملیشیا پر نام اور ان سے منسوب کر کے زندگی کا ایک نیا ورق الٹ رہے ہیں۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے شاعر نے کہا تھا

آج وہ اور رو کے ہیں ڈوبے ہوئے
آسمان رنگ بدلتا نظر آتا ہے مجھے

اس اجتماع میں بعض ایسے ارکان بھی ہیں جو مجھ سے خوش نہیں۔ (مدیر پیام)

جی نہیں! بعض ارکان سے آپ خود خفا ہیں کہ ان کے پاس تبادلہ میں اپنا اخبار بھیجنا بند کر دیا۔ آپ کی پبلک تقریر اور آپ کے خانگی عمل کا یہ تضاد کب تک چھپا رہے گا؟

"تعلیمی کانفرنس" ریاست حیدرآباد نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ ہندی کو ریاست کی زبان تسلیم کرے۔ (ایک خبر)

لمباڑی اور پشتو زبانیں کیوں نہیں!

نواب علامہ رشید ترابی نے کہا:-

"حکومت کو شاں ہے مگر ذخیرہ اندوزوں کی تلاش اور ان کی سزائیں نسبتاً کم ہیں۔ ان سزاؤں میں شدت لازمی ہے اور مجلس سے تعاون ضروری ہے۔"

اگر مجلس بھی ذخیرہ بازوں کو تلاش کر کے سزا دلوا رہی ہے تو اس سے تعاون یقیناً ضروری ہے مگر ہمیں یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ جو کارکن بر آمدات کے پرمٹ کے چکر میں پڑے ہیں ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے "علامہ رشید ترابی" ایک تحریک پیش کرنے والے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب "رہبر دکن" نے جماعت اتحاد و ترقی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین اور جماعت اتحاد و ترقی کے مسلک میں اصلاً کوئی فرق نہیں پھر یہ علحدہ ادارے کیوں!

مسلک کی بحث سے قطع نظر کیا مسٹر ذوالفقار علی بیگ اور مسٹر وراسکر جیسے احباب جو جماعت اتحاد و ترقی کے رکن ہیں مجلس اتحاد المسلمین میں شریک ہو سکتے ہیں؟

مگر نہیں تو پھر سب کہانیاں کیا!

تمام جہاں کی اقوام کو چیلنج

مع ایک لاکھ روپے کے انعامات

اس سے متعلق ایک رسالہ اردو انگریزی زبان میں شائع کیا گیا ہے جو صرف ایک کارڈ آنے پر مفت ارسال کیا جاتا ہے۔

عبداللہ الہ دین

الہ دین بلڈنگ سکندرآباد

جماعت اتحاد و ترقی کی جدید صدارت

معاصر "مشیر دکن" کا تبصرہ

ملک کی پبلک لائف سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ ڈاکٹر نواب سعید یار جنگ بہادر جماعت اتحاد و ترقی کے صدر منتخب ہوئے ہیں چنانچہ نواب صاحب ممدوح نے ایک اخباری بیان جاری فرمایا ہے جس کی اشاعت اخبار وغیرہ میں کر دی گئی ہے۔

یاد ہوگا کہ ڈاکٹر لطیف سعید ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ بی۔ (نواب سعید یار جنگ بہادر) ابتداء سے ایک پر خلوص پبلک کارکن اور اچھے اسپرٹ کے ورکر رہے ہیں۔ حال میں چند سال سے آپ نے ان میں حصہ لینا ترک فرمایا ہے اب پھر آپ کا اس میدان میں آنا ملک کے مختلف پبلک لائف میں اچھا اضافہ ثابت ہوگا۔ ہمارے نزدیک نواب صاحب کا یہ اقدام قابل مبارکباد ہے۔ نواب صاحب نے اخباری بیان میں یہ فرمایا ہے کہ:-

"ہم اتحاد اس لئے نہیں چاہتے کہ موجودہ سیاسی و معاشی جمود کو برقرار رکھیں بلکہ اتحاد کی غایت ملک کی ترقی و فلاح ہے۔"

آپ نے بیان میں اہل ملک کو یہ دعوت دی ہے کہ:-

"جو حضرات ہماری اس مسلک سے متفق ہوں اور یقین رکھتے ہوں کہ مشترکہ کوششوں کے بغیر حقیقی ترقی ممکن نہیں ہے ان سے توقع ہے کہ ہماری جماعت میں شریک ہوکر اس جماعت کی افادیت میں اضافہ کریں گے"

ہم کو اس کا یقین ہے کہ آپ کی ظاہر کردہ توقع پوری ہوگی اور جو توقعات آپ کے گذشتہ پبلک لائف کے پیش نظر اہل ملک کے دلوں میں آپ سے وابستہ ہیں وہ ان کی تکمیل آپ کی ذات سے ہو کر رہے گی۔

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ جماعت اتحاد و ترقی کوئی آزاد انجمن یا تنظیم نہیں ہے بلکہ مجلس اتحاد المسلمین کی متعدد سرگرمیوں کے جاری رکھنے کے لئے بنائی ہوئی ایک ضمنی جماعت ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو انجمن کا نام نہیں دیا گیا بلکہ جماعت ہی سے موسوم ہے کہ اس کا قیام وسط ۱۹۴۱ء میں ہوا تھا۔ اس کو جماعت اتحاد و ترقی ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

"جماعت اتحاد و ترقی کے قواعد شائع شدہ میں اس کے جو اغراض و مقاصد بتلائے گئے ہیں ان سے یہ واضح ہے کہ یہ ایک سیاسی جماعت ہوگی۔ چنانچہ مقصد اس کا بالفاظ ذیل ہے:-

"پرامن دستوری ذرائع سے اس امر کی کوشش کرنا کہ خانوادہ آصفیہ کے زیر سایہ عاطفت ملک محروسہ سرکار عالی میں دستوری و سیاسی ارتقاء کے ایسے مدارج طے ہو جائیں جو اہل ملک کے حقیقی مفاد کے تحت رعایا عامہ کا صحیح منشاء ہو اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر فرقہ واری بنیاد پر غلبہ حاصل نہ کرے"

ہم دل سے چاہتے ہیں کہ اس تحریک کو کافی قوت حاصل ہو اور روز افزوں کامیابی نصیب ہو۔ مسٹر میر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا جو ایک قوم پرست پبلک کارکن اور محب دکن ہیں اس تحریک کے جہاں تک ہم کو علم ہے روح رواں ہیں۔ اب جبکہ ڈاکٹر نواب سعید یار جنگ بہادر جیسے تجربہ کار پبلک کارکن نے آپ کا ساتھ تعاون عمل فرما کر جماعت کی صدارت قبول فرمائی ہے اس تحریک کو غیر معمولی تقویت حاصل ہونے کا یقین رکھا جا سکتا ہے۔

اس موقع پر ہم محترم صدر جدید کی توجہ ان امور کی جانب پھر مبذول کرانے کی ضرورت سمجھتے ہیں جن پر ہم نے اپنے اداریہ مورخہ ۱۹ ار خورداد ۱۳۵۰ ف میں اب سے تخمیناً (۶) سال قبل زور دیا تھا۔ (۱) یہ کہ ملک سرکار عالی جیسے وسیع اور عظیم الشان ریاست کے ایک بڑے اور قوم پرست ادارہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی اور ادارہ کی ایک ضمنی جماعت کی حیثیت کی بجائے ایک علحدہ اور آزاد ادارہ یا تنظیم کی حیثیت سے آگے آئے۔ انجمن طیلسانین کی ایک ضمنی جماعت کی حیثیت سے اس کو وہ ہر دلعزیزی حاصل کرنا دشوار ہے جو ایک سیاسی تنظیم کو حاصل ہونی چاہئے۔ (۲) یہ کہ کسی ملک کے ایسے ادارہ کو سیاسی و دستوری ارتقاء کو اپنا منزل مقصود قرار دینا ہے یہ ضروری ہے کہ صاف الفاظ میں اپنے نصب العین کا اعلان کرے۔ موجودہ الفاظ سے جو فقرہ مندرجہ بالا کے ہیں ایسا کوئی نصب العین ظاہر نہیں ہوتا۔

ہم نے اپنے ان خیالات کا اظہار (۶) سال پہلے کیا تھا۔ نہیں معلوم کہ بعد میں قواعد میں کوئی ترمیم عمل میں لائی گئی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی ترمیم نہیں ہوئی ہے تو ہمارے نزدیک اب دونوں امور نہایت اہم ہیں۔ صدر جدید ڈاکٹر نواب سعید یار جنگ بہادر کے غور و توجہ کے مستحق ہیں۔ ہم متوقع ہیں کہ صدر محترم ان جانب توجہ فرمائیں گے اور اس کو ایک آزاد تنظیم کی حیثیت سے رعایائے ملک سرکار عالی کے تمام طبقات میں ہر دلعزیز بنانے کی کوشش فرمائیں گے۔

تاریخ نگاری کا مقصد

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

ہندوستان کی تاریخ نگاری ایک ایسی جماعت کی منظر ہے جو اثرات اور انسانیات کی مدد سے لوگوں کو بتلائے کہ ہندوستان میں آریوں کے داخل ہونے سے صدیوں پہلے پنجاب اور سندھ کی تہذیب اشوریا اور کلدہ کی تہذیبوں کے ہم پلہ تھی۔ جو نہایت جرأت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرے کہ شاہی خاندانوں کے عروج و زوال کی کہانی ساری ہندوستان کی تاریخ نہیں کہلائی جا سکتی۔ اس جماعت کا یہ فرض ہے کہ وہ بہ علاؤالدین خلجی کی ہرکتوں اور سیاستوں کی ہیجان پسندی سے ہٹ کر ہندوستان کے اس عہد کی تاریخ کو بین الاقوامی معاشی تحریکوں کی روشنی میں پیش کرے۔

تاریخ کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کا شیوہ عام ہو چکا ہے۔ تاریخ کی مسخ شدہ صورت کی مثال وہ کتابیں ہیں جو ہمارے مدرسوں اور کالجوں میں نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں بتایا جاتا ہے کہ "آریوں کی آمد سے پہلے ہندوستان شودروں داسیوں اور ناگوں سے آباد تھا۔ آریوں نے یہاں آباد ہو کے اس ملک کو اتنا پر امن کر دیا کہ دیوتاؤں تک نے بھی اسے اپنا مسکن بنا لیا۔ لوگ صدیوں سے پر امن زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے کہ وسط ایشیا میں شمال مغربی سرحد کی راہ سے ایسے لوگ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے جنہوں نے اس کے سجادہ سے چین اور سکون چھین لیا۔" چور، ڈاکو، راہزن، لٹیرے، جلاد، بے رحم، غارت گری، لوٹ مار، فسادات، بلوے اور بلا پیٹ —— یہ ہیں وہ الفاظ جو طالب علم کو اپنی درسی کتاب کے ہر صفحہ پر بار بار پڑھنے پڑتے ہیں۔ ان کتابوں میں اورنگ زیب کی موت کے بعد لڑائیوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد ختم ہوتا ہے۔ برٹش انڈیا کی تاریخ کو گورنر جنرلوں کی کہانی بنا دیا گیا ہے۔ اس عہد کے بین الاقوامی سیاسی سائنٹفک اور تہذیبی حالات کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔

ہندوستان کی سماجی اور معاشی تاریخ کے خرافات کے ان انباروں تلے دبی پڑی ہے جنہیں "تاریخ لکھنے والوں" کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ وقت اس ذخیرہ کو سنبھالی مورخوں کے سامنے پیش کریں۔ ہندوستان کی تاریخ کی مروجہ کتابوں کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان میں عوام کی تاریخ نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ اس لئے نہ صرف ہندوستانیوں کو بلکہ ہندوستان کے ہر حصے کو اپنی تاریخ کی ضرورت ہے۔

(ادب لطیف)

زمانۂ جنگ میں ہندوستان کی گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں

از

پی، سی، جین

مترجمہ:- جناب صدیق احمد نعمانی صاحب

(۱)

جنگ سے پہلے چھوٹے پیمانے کی صنعتیں زوال پذیر ہو رہی تھیں۔ انکو تنظیم کا عدیم وجود، مالی مشکلات اور بیرونی اور ہندوستان کے بڑے پیمانے کی صنعتوں سے مقابلہ جیسی مشکلات درپیش تھیں۔ جنگ نے ان کو ترقی کا موقع دیا ہے۔ اس کے کئی وجوہات ہیں۔ اولاً یہ کہ بڑے پیمانہ کی صنعتیں [illegible] کو بالخصوص وسط ۱۹۴۱ء سے غیر معمولی طور پر بڑھا [illegible] اور موجودہ وقت میں مشنری درآمد کی جا سکتی ہے نہ باہر سے منگائی جا سکتی ہے۔ اس لئے بڑے پیمانے کی صنعتیں خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی مصنوعات بالخصوص اونی اور روئی کے [illegible] کمبل بنانا اور ہیٹ وغیرہ شامل ہیں اور براہ راست [illegible] مصنوعات کی طلب بہت بڑھ گئی۔ ثانیاً یہ کہ بڑے پیمانے کی صنعتوں کے [illegible] تمام اشیاء اور مصنوعات لے جانے کے ذرائع نقل و حمل مجبور ہیں۔ لیکن جنگ نے ذرائع نقل کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے [illegible] منتقل کی جا سکتی ہے۔ اس لئے مقامی ضروریات کے لئے چھوٹے پیمانے کی صنعتیں جاری ہو گئیں گویا چھوٹے پیمانے کی صنعتوں نے باوجود بعض حالات میں لاگت زیادہ ہونے [illegible] سے تبادل میں پیش کیا [illegible] یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ایسے کارخانے جو جنگ کے [illegible] قائم ہوئے ہیں جنگ کے بعد بند ہو جائیں گے۔

[illegible] ہونا آسان ہے ——— یہ کہنے کی بات [illegible] دیکھئے کہ کارخانوں کے اس طرح بند ہونے کا نتیجہ [illegible] بڑے پیمانے صنعتوں کے مقابلہ میں زیادہ برا ہوگا۔

[illegible] جنگ شروع ہوئی ہے مرکزی اور صوبہ جاتی [illegible] میں گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی پر اپنی توجہ [illegible] ہے میں۔ فوجی ضروریات کے لئے کافی [illegible] صنعتوں کو [illegible] چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی [illegible] دہلی میں [illegible] ۱۹۴۲ء میں [illegible] منعقد [illegible] کیا گیا کہ ان صنعتوں کی سرگرمیوں کی [illegible] اور یہ [illegible] بعض اشیا کی [illegible] فیصد خریداری [illegible] صنعتوں سے کی جائے۔ اور صوبہ جاتی امداد [illegible] ان صنعتوں کو [illegible] کی [illegible] میں لا [illegible] سے [illegible]

[illegible] بہار، رتم اور خام اشیا بہم پہنچائیں اور اضافہ پیدائش پر نگرانی رکھیں۔ اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ چھوٹے پیمانہ پر پیداکنندگان کی بڑی امداد ہو جائے گی۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں جنگ [illegible] نے ان صنعتوں سے ۱۹۰ کروڑ کے اشیاء کی تیاری کی فرمائش کی جس میں ادویہ کے علاوہ کمبل ۱۰۰ لاکھ روپیہ کے جاری اشیاء ۷۵ لاکھ روپے ہیٹ ۴۴ لاکھ روپے کے اور مختلف چیزیں شامل تھیں۔ ۱۹۴۳ء میں [illegible] کروڑ کے سامان کا آرڈر دیا گیا اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس طرح چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی کافی امداد ہو گئی۔ یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ۱۹۴۰ء میں تقریباً ۱۲ [illegible] مزدور ان صنعتوں میں کام کر رہے تھے اور اس کے برخلاف بڑے پیمانے کی صنعتوں میں صرف ۲ [illegible]۔

اس کے ساتھ ساتھ صوبہ واری اور مرکزی حکومتوں نے مالی اور فنی امداد بھی کی۔ ۱۹۳۵ء سے مرکزی حکومت نے روئی اور اون کے پارچہ بافوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے اور سلک کی صنعت کو ایک لاکھ روپے عطا کئے۔ یہ امداد پانچ سال کے لئے دی گئی تھی گویا ہر سال اتنی ہی امداد دی جاتی رہی۔ تقریباً تمام صوبوں میں مالی امداد اور خاص طور پر گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی بہتری کے لئے کی جا رہی ہے۔ تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تمام کوششیں بہت کم اور اس میدان میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

چند مخصوص صنعتیں

۱۔ دستی پارچہ بافی کی صنعت پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے بڑی حد تک بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً ۲۵ لاکھ کرگے تمام ہندوستان میں ہیں جن سے تقریباً [illegible] گز کپڑا ہر سال تیار ہوتا ہے۔ اونی صنعت میں تقریباً ۳ لاکھ مزدور مصروف ہیں جو ۱۰ ملین پونڈ (وزن میں) ملائم، دریاں، پونڈ [illegible] کپڑے کے علاوہ ۱۲۵ ملین پونڈ قالین تیار کرتے ہیں۔ یہ صنعت [illegible] اور پنجاب میں خاص طور پر پائی جاتی ہے۔ اگرچہ [illegible] ہندوستان کے تمام حصوں میں موجود ہے۔ سلک کی صنعت سے متعلق کوئی سرکاری تخمینہ کی قابل حصول نہیں ہے۔

جنگ نے دستی پارچہ بافوں کو کام فراہم کیا جا [illegible] دوران جنگ دستی پارچہ بافی [illegible] بجائے [illegible] کے لئے [illegible] کپڑا جو حصوں کی تیاری کی

استعمال کیا جاتا ہے بنانے میں مصروف رہے ہیں۔ اونی صنعت فوج کے لئے کمبل اور دیگر اونی مصنوعات فراہم کر رہی ہے۔ سلک کی صنعت پیراشوٹ کے لئے سلک کا کپڑا تیار کر رہی ہے۔ غرض اس طرح دستی پارچہ بافی جنگ سے مستفید ہوئی ہے۔ صرف ان صنعتوں میں اس کی آمدنی اضافہ ہوا اگرچہ توقع تھا یا مستقبل کے امکانات سے متعلق کسی قسم کا کوئی کام کیا نہیں گیا۔

جاپان کے مقابلہ کا اختتام اور دستی صنعت کی پیداوار کی زیادہ طلب جنگ کے سودمند خصوصیات سے ہیں لیکن سوت اور رنگوں کے حصول کی دشواریاں پارچہ بافوں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ سلک کی صنعت جاپان کے شریک جنگ ہونے سے زیادہ متاثر ہوئی کیونکہ خام اشیا کے وسائل منقطع ہو گئے۔ اور بیرونی بازار جہاں ہم مال برآمد کرتے تھے محدود ہو گیا۔ اونی صنعت بھی درآمد کی دقت کے انقطاع سے متاثر ہوئی اگرچہ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے بہت کوشش کی گئی۔

۲۔ موزہ بافی کی صنعت کو بالخصوص بنگال اور یو۔ پی میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ ایک تخمینہ کے مطابق موزہ بافی کی صنعت بنگال میں فی سال ۱۰ لاکھ روپوں کی اشیاء تیار کرتی ہے اور یو۔ پی میں ۲۰ لاکھ روپوں کی۔ پیداوار و تقسیم کے خاص مراکز کلکتہ اور کانپور ہیں۔ پنجاب میں حال ہی میں اس صنعت نے ترقی کی ہے۔ کانپور شمالی ہند میں بہت اہم تقسیم کنندہ مرکز ہے اور [illegible] اشیاء کا [illegible] ہے۔ بہار، آسام اور اڑیسہ جہاں اس کی مقامی صنعت نہیں گھٹیا قسم خریدتے ہیں۔

چند بڑے پیمانے کی صنعتیں بھی اس میں ہیں سرمایہ تقریباً [illegible] لاکھ روپیہ ہے لیکن اس صنعت میں زیادہ تر چھوٹے پیمانے کے کارخانے ہیں۔ اس سلسلہ میں گھریلو صنعت کی حد تک کام صرف موزے بنانے کا ہے۔ لیکن کارخانے تقریباً سال تمام [illegible] کام کرتے ہیں۔ اس صنعت میں مختلف قسم کے اونی، سوتی اور سلک استعمال کئے جاتے ہیں لیکن اس میں بھی بڑی دشواری دھاگے کی فراہمی کی ہے۔ [illegible] موزہ کی صنعت کے لئے بہتر قسم کا دھاگہ فراہم کرتی ہے۔

لیکن دوسرے کارخانے اس قسم کو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں دوسرے سائز کا پالش کیا ہوا دھاگہ تیار نہیں کیا جاتا۔ ہندوستانی کارخانے جو موزہ کا دھاگہ [illegible] مشین کو مرمت [illegible] ہیں ان کو جاپان سے [illegible] اور جب جاپان جنگ میں شریک ہوا تو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نتیجتاً موزہ بافوں کی بہت بڑی تعداد کام بند کرنے یا کمی کرنے پر مجبور ہوئی۔ اس صنعت کے تیار شدہ مال کو قیمتی بیرونی مسابقت اور تقسیم کے عدم وجود سے دشواری پیدا ہوتی ہے۔ جنگ کے باعث جاپانی مقابلہ نہیں رہا لیکن یہ تجارت [illegible] تنظیم ہے اور اگرچہ کے [illegible] سے زیادہ پیداوار [illegible] ۱۹۳۹ء [illegible] جاپانی صرف باقی نہیں [illegible] لیکن جنگ کے بعد اس کا دوبارہ [illegible] ہونا ضروری ہے۔ [illegible] جنگ کے بعد مسابقت سے اس صنعت کو بچانا مقصود ہے تو یہ ضروری ہے کہ اس صنعت کو معقول اصول تنظیم پر چلایا جائے۔

۳۔ صنعت سازی کی صنعت کم و بیش بڑے پیمانے کے کارخانے

بہا یکس زیادہ تر گھریلو اور بہ پیمانہ صغیر صنعتوں میں شیشہ سازی ہوتی ہے۔ کارخانے زیادہ تر یو۔پی، کلکتہ اور بمبئی میں ہیں جو شیشوں کی چادریں تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کارخانے قندیلوں کے حباب، شیشے، بوتلیں، گلاس، مرتبان اور بلکو تیار کرتے ہیں۔ اور گھریلو صنعت زیادہ تر فیروزآباد (یو۔پی) ضلع بلگاؤں (بمبئی) اور میسور میں قائم ہے جہاں خاص طور پر چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔ ۲۵ سال پہلے یہ صنعت ہماری ضروریات کا ایک چوتھائی حصہ پیدا کرتی تھی اور اب یہ نصف ضروریات کی تکمیل کرتی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس صنعت کی پیداوار کا تخمینہ ۲ کروڑ روپے کیا گیا جس میں صرف یو۔پی کی پیداوار ایک کروڑ تھی۔

یو۔پی میں شیشے کے کھر کھلے برتن بنانے کے کارخانے قائم ہیں۔ ان کے علاوہ ایک شیشہ کی چادر بنانے والی اور بوتل سازی کے ۲۰ چوڑیوں کے اور تقریباً ایک ہزار گھریلو کارخانے ہیں۔ تقریباً شیشہ کے تمام کارخانے صوبہ کے مغربی حصہ۔۔۔ آگرہ، علی گڑھ، مرادآباد اور لکھنؤ میں ہیں یا اکستی بوتل سازی کے دو کارخانے جو الہ آباد میں ہیں۔ فیروزآباد میں سے جنکو کارخانوں میں تیار ہونے والے چوڑیوں کا اجارہ حاصل ہے۔۔۔ ہم آدمی بالواسطہ شیشہ کی تجارت سے متعلق ہیں جن میں کے ۲۳ ہزار کے قریب چوڑیوں کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اشے۔ ناول نے اپنی یادداشت میں جو یو۔پی کی صنعت شیشہ سازی کے بارے میں دی گئی تھی یہ بتایا کہ جاپانی کمپنی کھڑکیوں کے شیشے ۔۔ ۵۰۰ ٹن تیار کرتی ہے بنارس میں بوتل سازی کا ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ ۴۲ء میں یہ کارخانہ ۵۰۰۰ ٹن کی مقدار میں بوتلیں تیار کرے گا اور غازی آباد میں ایک کارخانہ جب وہ قائم ہوئے ۔۔۔ ۵۰۰ ٹن برتن اور بوتلیں تیار کرے گا۔

حکومت یو۔پی نے اس صنعت کو کافی مدد دی ہے "شیشہ کو ایک ٹکنالوجی سیکشن"

ڈاکٹر اے۔ ناول کے زیر نگرانی قائم کیا گیا ہے جب سے کہ نئے قسم کے آتش دان (بھٹیاں) استعمال کئے جا رہے ہیں وہاں کو سب سے بڑے کارخانوں کی چھوٹے بھیوں سے کی جگہ بڑے بھٹیاں استعمال کی جاتی ہیں جو زیادہ سستی اور کثیر پیدائش کے لئے موزوں ہیں سیکشن کی تجویز اسکیم کے تحت شیشے کے اشکال بدلنے تو خوبصورت کرنے اور نفاست پیدا کرنے والے چوتھے سیکشن بعض صورتوں میں حکومت کے اخراجات پر تمام کئے گئے معمل خانوں میں استعمال ہونے والے ظروف کی تیاری کے کام کو شروع کیا گیا۔ شیشے کے بہت کی تیاری کی راہ کا کام کی ایک نئی گھریلو صنعت ہے جس کے ذریعہ سے ہندوستانی ناواقف تھے۔ اس سیکشن کا رجحان اس سے کہ فیروزآباد اور دیگر مرکزوں میں کام کی نوعیت اور حالت کو تبدیل کیا جائے اور خوبصورت اور زیبائشی شیشے کی صنعت کو پھیلایا جائے۔ ایک سلیکن پلانٹ فیروزآباد میں قائم کیا جا رہا ہے تاکہ اس سے گھریلو کام کرنے والے مستفید ہو سکیں۔ یو۔پی کے ایک اور صنعت کی ترقی کے لئے بنارسی ڈپٹی میں سوڈا ایش کی تیاری میں ترقی ہونے کے جہاں سوڈیم سلیکیٹ پہلے ہی سے تیار کیا جا رہا ہے حاصل کی گئی ہیں اور ایک آلہ ہوا کا ایک پلانٹ قائم کیا گیا ہے تاکہ سوڈیم سلیکیٹ کو سوڈا ایش میں تبدیل کیا جائے۔

۴۔ ہندوستان میں صنعت دیاسلائی نے باوجودیکہ ۱۹۲۲ء سے جب کہ درآمد پر محاصل عائد کرکے تحفظ دیا گیا خاص ترقی کی۔ لیکن یہ صنعت ایک سویڈن کے دیاسلائی کے کارخانے کی وجہ سے جو ہندوستان میں قائم ہوا اور جو اس تحفظ سے استفادہ کرتا رہا اور جس کی کارکردگی مثالی ہے کمزور ہو گئی ہے صنعت دیاسلائی پر جو ٹیرف بورڈ بٹھایا گیا تھا اس نے تخمینہ کیا کہ ہندوستان کی دیاسلائی کی صرف ہر سال ۱۸ ملین گراس ہے اور کہ ان تمام کارخانوں کی بیش ترین قابلیت پیداوار جو سویڈن کی کمپنی سے متعلق ہیں یا تحت ہیں ۹ ملین گراس اور دیگر ۲۱ ہندوستانی کارخانوں کی جو ۱۹۲۰ء میں قائم تھے ۱۲ ملین گراس فی سال ہے اگرچہ کہ حقیقی پیداوار اس بیش ترین گنجائش سے کم تھی۔

ہندوستان میں دیاسلائی کی درآمد ۳۰۔

۱۹۱۴ء، ۲۰-۱۹۲۳ء، ۳۰-۱۹۲۳ء میں اوسطاً ۱۲۰۰۰ ملین گراس تھی جس کی قیمت ۱½ کروڑ روپے ہوتی ہے۔ ۳۱-۱۹۳۰ء میں درآمد کم ہو کر ۱۹ ملین گراس (یعنی ۳۰ لاکھ روپے) ہو گئی۔

درآمد کی اس کمی اور ہندوستان کا دیاسلائی کے معاملہ میں بڑی حد تک خودکفیل ہونے سے بہ پیمانہ صغیر صنعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ایک بیرونی ٹرسٹ سے ہندوستانی کمپنی کو خونریز مقابلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا بازار میں کافی اثر ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ جنوبی ہند کے ایوان تجارت نے حکومت کو بتایا تھا کہ اس صنعت کو قائم اور کیمیائی اشیاء کی قلت کے علاوہ پیکم اور بے اسم کے عائد شدہ محاصل سے بھی ضرر پہنچا۔ لیکن اس محصول سے بڑے پیمانے پر کارخانے بچ گئے۔

۵۔ دستی کاغذ یو۔پی، بمبئی اور ریاست حیدرآباد میں بارہ سے زائد مقامات پر تیار کیا جاتا ہے۔ ان خاندانوں کی جملہ تعداد جن کی بسر اوقات صرف اس صنعت پر ہے ۲۰۰ سے زائد نہیں۔ مجموعی پیداوار کے اعداد و شمار قابل حصول نہیں ہیں البتہ ۳۰-۱۹۲۹ء میں یو۔پی میں تقریباً ۳۰۰۰۰ روپے کا کاغذ تیار کیا گیا۔ دستی کاغذ کے خاص اقسام جاذب، حاشیے کا دستاویزی اور پیاز کا گلک بھی گھریلو صنعت میں درآمد کے انقطاع اور حکومت کے اس فیصلہ کے باعث کہ ہندوستانی کارخانوں کے تیار شدہ کاغذ کا ۱۰۰ فیصد حصہ اپنی ضروریات کے لئے خریدے جانے پر کچھ ان دونوں عاملین نے دستی کاغذ کی طلب کو زیادہ بڑھا دیا۔ دستی کاغذ کی نوعیت غیر یقینی ہوتی ہے اور اس کے رنگ اور ساخت میں یکسانیت پیدا ہونا دشوار ہے۔ اس صنعت میں فنی مہارت کا فقدان ہے اور (باقی)

ٹ۔ یہ اعداد و شمار سرست سے متعلق ہیں کے اور ان سے متعلق ۳۹ء کے ہیں۔ ان سے صرف ایک سرسری اندازہ ہوتا ہے۔

ٹ۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ بنارس میں جو ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ کپڑا تیار کرنے کا مرکزی قیام ہے ہر روز ایک لاکھ روپے کے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں۔

ٹ۔ "بنگال میں موزہ بافی کی صنعت" از سوکل گپتا

ٹ۔ انڈین فینانس۔ مورخہ ۱۸ اپریل ۴۲ء صفحہ ۵۲۳

ٹ۔ کیپٹل مورخہ ۲ جولائی ۴۲ء صفحہ ۱۳۔

اقبالیات

(۱) زبور عجم	مجلد	عہ
(۲) اسرار خودی	۔	سے
(۳) بال جبریل		سے
(۴) ضرب کلیم		للعہ
(۵) پیام مشرق		ہے
(۶) ارمغان حجاز		ہے
(۷) بانگ درا		ہے
(۸) الفاروق	مولوی شبلی نعمانی	ہے

ملنے کا پتہ

احمد حسین جعفر علی تاجر کتب و ناشر

چار مینار، حیدرآباد دکن

والیان ریاست اور نمایندہ تاج میں اختلافات

نئی دہلی ۵ر دسمبر مجلس قائمہ ایوان والیان ریاست سے استعفا اور ایوان والیان ریاست کی سالانہ میقات کے التوا سے جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس میں کوئی کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نازک صورت حال بگڑنے کی بجائے مستحکم ہو رہی ہے۔ بایں ہمہ مہاراجہ اور والیان ریاست اور وائسرائے کے درمیان نامہ و پیام بدستور جاری ہے۔

آج صحیح اطلاع ملی کہ تعلیمات صحت اور تنظیم بعد جنگ سے متعلق ریاستی فرمانرواؤں اور نمایندوں کی کانفرنس ابتدائی تجویز کے مطابق ۸ ر ۹ ر ۱۰ دسمبر کو منعقد ہوگی۔ ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال چانسلر ایوان والیان ریاست کانفرنس کا افتتاح کریں گے اور ممکن ہے کہ ان کی تقریر میں اس نازک حال کا تذکرہ ہو سکے۔

بعض ممتاز والیان ریاست دہلی سے روانہ ہو چکے ہیں۔ جو والیان ریاست دہلی سے روانہ ہو گئے ہیں ان میں ہز ہائی نس مہاراجہ پٹیالہ اور ہز ہائی نس مہاراجہ جے پور شامل ہیں۔

ان کی روانگی سے اس قطعیت کا اظہار ہوتا ہے جو والیان ریاست کے زاویہ نگاہ میں پائی جاتی ہے والیان ریاست نے نواب صاحب بھوپال کی قیادت میں جس اتحاد کا ساتھ کام کیا وہ کسی خلل کے بغیر قائم ہے لیکن تمام والیان ریاست اور بہرصورت تمام ریاستی مشیروں کو اس کا یقین نہیں کہ مسائل ایسے انتہائی اقدام کے متقاضی ہیں۔

سمجھا جاتا ہے کہ وائسرائے اور چانسلر ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کے درمیان جو وائسرائے ہاؤس میں مقیم ہیں۔ گفت و شنید جاری ہے (ا۔ پ)

پس منظر

نئی دہلی ۶ر دسمبر "ٹائمس آف انڈیا" کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے۔

والیان ریاست نے مجلس قائمہ سے استعفی کی جو کارروائی اختیار کی اس کی ابتدا ۳۰ اکتوبر سے ہوتی ہے جبکہ چانسلر ایوان والیان ریاست نے ہز اکسلنسی وائسرائے کے مشیر سیاسی کو ایک خط لکھا تھا۔ اس مراسلت کا تعلق بعض مسائل سے تھا جن پر ایک وفد نے ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کی قیادت میں ۱۵ اور ۱۶ دسمبر کو لارڈ ویول سے بحث کی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مجلس قائمہ سے کلی حیثیت ا[illegible] مستعفی ہونے کا فیصلہ محکمہ سیاسیات کے مراسلہ مورخہ ۵ر دسمبر کے بعد کیا گیا۔ مباحث دو دن تک گھنٹوں تک جاری رہے اور آخری مباحث میں ان والیان ریاست کو جو مجلس قائمہ میں شریک نہیں ہیں اور باقی تجربہ رکھنے والے چند ممبر اور منتظمین سے مشورہ کیا گیا۔ نواب صاحب بھوپال چانسلر اور جام صاحب نوانگر نائب چانسلر کے علاوہ جو ارکان مجلس قائمہ سے مستعفی ہو چکے ہیں ان میں اندور، دیواس، دھیر، ڈنگرپور، پٹیالہ، جے پور، بیکانیر، بانس واڑہ، ریوا، دہلی، مدور[illegible] کے والیان شامل ہیں۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محکمہ سیاسیات کے مراسلہ مورخہ ۵ر دسمبر میں جو سوالات اٹھائے گئے وہ باہمی گروہ بندی، چھوٹی ریاستوں کا بڑی ریاستوں سے الحاق، تنظیم مابعد جنگ، عدالت ثالثی اور معاہداتی حقوق کے ہیں۔ آخری دو مسائل پر محکمہ سیاسیات نے زمرہ والیان ریاست کے بیان کو تسلیم نہیں کیا۔ معاہداتی حقوق سے متعلق وفد نے ۱۵ اور ۱۶ دسمبر کو وائسرائے سے ملاقات کے دوران میں ایک موثر مشنری کے قیام پر زور دیا تاکہ اس بات کی ضمانت ہو جائے کہ معاہداتی حقوق کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ تجویز یہ تھی کہ اس مشنری کے ذریعہ والیان ریاست اپنے حقوق نمایندوں کے توسط سے جو آخر کے منتخب شدہ ہوں۔ نمایندہ تاج کے روبرو والیان ریاست کے خیالات پیش کریں قبل اس کے کہ جز کلی ریاستوں سے متعلق تاج کے اختیارات استعمال کرنے کی رسمی کارروائی کا فیصلہ کریں۔ اس سے محکمہ سیاسیات نے انکار کیا۔

ایک اور معاملہ جس سے سیاسیات نے اتفاق نہیں کیا وہ وفد کی یہ تجویز ہے کہ جہاں متنازعہ فیہ مسائل عدالتی کارروائی کے قابل یا مالی اور معاشی مسائل سے متعلق ہوں اور جن میں معاہدات اور راضی ناموں کی تعبیر و ترجمانی شامل ہے انہیں ایک عدالت ثالثی میں پیش ہونا چاہئے منتظم مابعد جنگ میں بالخصوص والیان ریاست کے موقف پر بھی نمایندہ تاج اور والیان ریاست میں بحث ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ محکمہ سیاسیات نے بتایا کہ والیان ریاست سے متعلق ہز مجسٹی کی حکومت کے زاویہ نگاہ میں اس خط کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو سر کینتھ فشر نے ۴ر جنوری ۱۹۴۳ء کو چانسلر وقت کے نام لکھا تھا کہ ہندوستانی والیان ریاست کو معلوم رکھنا چاہئے کہ معاہدوں اور اسناد سے پیدا ہونے والی بنیادی ذمہ داریاں کی جیں ہز مجسٹی کی حکومت کی پالیسی کا جزو لاینفک ہے۔

والیان ریاست نے ایک مجلس عمل قائم کی جس میں نواب صاحب بھوپال اور جام صاحب نوانگر شامل ہیں

متحدہ اقوام کا ادارۂ امداد و تعمیر جدید

لندن ۵ر دسمبر ایک رپورٹ میں جو متحدہ اقوام کے ادارہ امداد و تعمیر جدید کی کارروائیوں میں ہلاکت خیز ترکت کی بنت پریذیڈنٹ روزویلٹ کے کانگریس کے روبرو پیش کی ہے لکھا ہے کہ یہ توقع کرنے کی ہر ایک وجہ ہے کہ اگر ادارہ کی امداد حاصل نہ رہے تو قحط اور وبائیں بڑے بڑے رقبوں پر مسلط رہیں گی۔ لاکھوں جانیں مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گی اور اتحادی فتح خطرہ میں پڑ جائے گی۔

یورپ میں دو کروڑ سے زیادہ مردوں عورتوں اور بچوں کو اپنے گھروں سے بھاگ جانا یا اپنے خاندانوں سے بچھڑ جانا پڑا اگرچہ اس ادارہ کی امدادی کارروائیاں ابھی شروع نہیں ہوئیں تاہم یونان یوگوسلاویہ اور البانیہ میں امدادی کام کرنے کے لئے سو اشخاص کا عملہ بھرتی کیا گیا ہے اور اسے تربیت دی گئی ہے۔ مغربی اور مشرقی یورپ میں امدادی کارروائیاں کرنے کے لئے بھی ایک چھوٹا عملہ بھرتی کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کے افسروں کی ایک قابل لحاظ تعداد اور پچاس میں فوجی حکام کو امدادی کارروائیوں میں مدد دے رہے ہیں دوسرے عہدہ داروں کو فرانس، بیلجیم، لکسمبرگ اور ہالینڈ میں امدادی کام کرنے جنرل آئزن ہاور کے ہیڈکوارٹر میں متعین کیا جا رہا ہے۔

رپورٹ میں اس کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ ادارہ نے مشرق وسطی میں کوئی پچاس ہزار یونانی اور یوگوسلاوی پناہ گزینوں کے کیمپوں کا انتظام برطانوی فوج سے حاصل کیا ہے۔

ایران کا تیل

لندن ۵ر دسمبر۔ رائٹر کا سفارتی نامہ نگار لکھتا ہے ایرانی پارلیمنٹ نے آیندہ کسی بیرونی حکومت یا کمپنی کو تیل کی مراعات نہ دینے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ اس موقف سے بھی زیادہ ہے جو محمد سعید کی سابق حکومت نے اختیار کیا تھا اور جو صرف یہ تھا کہ جنگ کے ختم تک بیرونی حکومتوں یا کمپنیوں کو نئی تیل کی مراعات عطا نہ کی جائیں۔ اس قانون میں وہ پالیسی مرتب کی گئی ہے جو نئی حکومت کو پارلیمان کا اعتماد قائم رکھنے کے لئے اختیار کرنی چاہئے بشرطیکہ شمالی ایران میں تیل کی مراعات کے لئے روسی مطالبہ کی تجدید ہو۔

آقا مرتضی قلی کی حکومت پر پارلیمان نے سابق میں اعتماد کی قرارداد منظور کی لیکن اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی کہ اس نے اپنی تیل کی پالیسی کا اعلان کرنے میں پہل کی ہے محمد سعید نے ان روسی تنقیدوں کے باعث وزارت عظمی سے استعفی دیا جو شخصی طور پر ان کے خلاف کی گئی تھیں۔ ان کے جانشین کو اب ایک ایسی پالیسی کا سامنا کرنے کا فرمان ملا ہے جو سعید کی پالیسی سے زیادہ طاقتور کی نسبت ہے۔

مضامین اقبال

مرتبہ تصدق حسین تاج

ملنے کا پتہ۔ مولوی حسین جعفر علی تاجر کتب چادر گھاٹ حیدرآباد دکن

ہندوستانی ریاستیں وقت کے تقاضوں کو جانتی ہیں

کل ہند ریاستی کانفرنس میں نواب صاحب بھوپال کا خطبہ افتتاحیہ

نئی دہلی ۔ ۸ دسمبر ۔ آج دہلی میں ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال چانسلر ایوان روسائے نے حکومت ہند کی تنظیم مابعد جنگ اسکیم کے متعلق ہندوستانی ریاستوں کے رویہ پر ایک سرسری روشنی ڈالی۔

تعلیم طبی امداد اور تعمیر مابعد جنگ کے متعلق ہندوستانی ریاستوں کی جو کانفرنس کا افتتاح فرماتے ہوئے نواب صاحب بھوپال نے فرمایا کہ ہندوستانی ریاستیں حکومت ہند کے رکن منصوبہ بندی و تنظیم مابعد جنگ سر اردیشیر دلال کے ممنون ہیں کہ انہوں نے مرکز میں تیار ہونے والی مختلف اسکیموں کے متعلق یہاں تک کہ محض خاکہ ہندوستانی ریاستوں کو پہلے اعتماد میں لیا۔

برطانوی ہند اور ریاستوں کی صنعتی ترقی کے متعلق رویہ کی وضاحت کرتے ہوئے نواب صاحب بھوپال نے پرزور الفاظ میں بیان فرمایا کہ اقتصادی مفادات اور باشندگان ملک کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے متعلق ضروریات اس بات کی مقتضی ہیں کہ ملک کے ہر جہتی قومی ذرائع کو ترقی دی جائے وہ صرف سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بیان کیا کہ ہم باور کرتے ہیں کہ ہندوستانی یعنی برطانوی ہند اور ریاستوں ہر دو کی صنعتی ترقی کے لئے بہت کچھ گنجائش ہے۔ ریاستوں کے ذرائع کی ترقی کے نتیجہ کے طور پر باشندگان ریاست کے معیار زندگی کے بلند ہونے سے ان کی خرید نے کی قوت میں بھی اضافہ ہوگا جس کا کل ہند صورت حال پر مفید اثر پڑے گا۔ ان حالات کا ذکر کرنے کے بعد ہز ہائی نس نے اس امر پر زور دیا کہ برطانوی ہند اور ریاستوں ہر دو کے مفاد کا تقاضہ ہے۔ اور بحیثیت مجموعی پورے ملک کا مفاد اس میں ہے کہ برطانوی ہند اور ریاستوں ہر دو کو بحد امکان صنعتی طور پر مکمل ترقی دی جائے۔

ان حالات اور واقعات پر روشنی ڈالنے کے بعد ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال نے ریاستوں کو انتباہ کیا کہ اگر وہ بحیثیت مجموعی پورے ملک کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اپنا ایک علیحدہ نظام بنانا ہوگا۔

ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال نے ریاستوں کے داخلی نظم و نسق کے سوال پر بحث کرتے ہوئے ایک قرارداد کا ذکر کیا جو روسا نے اس ہفتہ دہلی کے ایک جلسہ میں منظور کی ہے اور دعویٰ کیا کہ تمام اطلاعات اور رودادیں بورڈ کانفرنس کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس امر پہ اظہار کرتے ہیں کہ ایسی ریاستیں تقریباً بلا استثنیٰ پر خلوص طور پر اس امر کی کوشاں ہیں کہ اپنی اپنی ریاستی میں دستوری اصلاحات زیادہ سے زیادہ ترقی کریں۔

نواب صاحب بھوپال کے اس خطبہ افتتاحیہ کے بعد کانفرنس نے تعلیم طبی امداد اور تعمیر مابعد جنگ کے متعلق مجالس مقرر کیں۔ یہ مختلف مجالس علیحدہ علیحدہ جلسے منعقد کریں گی اور کانفرنس کے لئے قرارداد تیار کی جائیں گی۔ نواب صاحب بھوپال نے اس پرزور خطبہ میں فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی ریاست بھی ہو جو وقت کی ترقی پسند رفتار سے انحراف کرتی ہو۔ اس کے برخلاف کم از کم بعض شعبوں میں ہندوستانی ریاستیں فخر کرتی ہیں کہ انہوں نے بقیہ ہندوستان کی رہنمائی کی۔

فلسفۂ نجم
(جلد بند ایڈیشن)
مجلد قیمت ...
ملنے کا پتہ
احمد حسین جعفر علی تاجر کتب و ناشر چار مینار

ساتویں نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ
بمقام باغ عامہ
آخری یوم خواتین
بتاریخ ۱۲ بہمن ۱۳۵۴ف یوم جمعہ
داخلہ ٹکٹ:۔ خواتین کے لئے ۴ ۔ بچوں کے لئے ۲

پارچہ جات

ایف۔ ڈی۔ خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن　　فون نمبر ۲

مجلہ طیلسانین

۱۔ مجلہ طیلسانین انجمن طیلسانین جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کا سہ ماہی رسالہ علمی و ادبی رسالہ ہے اس کا شمار حیدرآباد کے معیاری رسالوں میں ہوتا ہے اس کے دو حصہ ہیں ایک حصہ عام اور دوسرا حصہ معاشیات۔

۲۔ حصہ عام میں ادبیات سیاسیات عمرانیات اخلاقیات نفسیات قانونیات فلسفہ دینیات اور جمالیات پر ماہرین فن کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

۳۔ حصہ معاشیات صرف معاشی عنوانات کے لئے وقف ہوتا ہے اس میں نظری اور علمی معاشیات پر اہل علم کے مضامین شائع ہوتے ہیں اور بیرونی مسائل حاضرہ پر بحیثیت علمی پیرایے میں بحث کی جاتی ہے۔

۴۔ یہ رسالہ رائل سائز کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ مضامین اور اس قدر زیادہ حجم کے باوجود اس کا سالانہ چندہ مقامی خریداروں سے پانچ روپیہ سکہ عثمانیہ اور بیرونی خریداروں سے پانچ روپیہ بارہ آنہ سکہ انگریزی مع محصول ڈاک رکھا گیا ہے۔

قیمت فی پرچہ عہ

ملنے کا پتہ: دفتر مجلہ طیلسانین

نمائش گاہ باغ عامہ۔ حیدرآباد دکن

مسائل حاضرہ پر منتخب کتابیں

جنگ اور اقتصادیات۔ از ڈاکٹر انور اقبال قریشی ۱۵ر
مسئلہ غذا اور قیمتوں پر نگرانی اور رنگ سازی کو رعیت، علہ
جنگ اور مالیہ
ہندوستانی سکہ پر جنگ کے اثرات
از محمد احمد خان عہ
جنگ اور غذا کا مسئلہ　از شفیق الرحمن ۱۲ر
حیدرآباد قیمتوں پر جنگ کے تاثرات
از نظام الدین احمد عہ
حیدرآباد اور قیمتوں پر نگرانی
از احمد عبدالماجد عہ
غذا اور قیمتوں پر نگرانی
از احمد عبدالماجد
غذا اور اس کی کمی سے پیدا ہونے والی بیماریاں
از مسز ممتاز لطیف (بی ایس سی، ٹی پی ایڈ)
حکومت اور نگرانی کا مسئلہ
از امتیاز حسین
جنگ اور روپیہ

مکتبہ ابراہیمیہ۔ حیدرآباد دکن

مہاراجہ وجیٹیبل ہیر آئیل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا ہے سفیدی کو روکتا ہے

دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے

اور فرحت بخشتا ہے۔

قیمت فی شیشی عہ ۱۲ر

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدرآباد

ہندوستان کے بہترین ٹائیلٹ

ٹائیلا

ٹائیلا کریم، اسنو، بریلین ٹائین، آملہ ہیر آئیل، لیونڈر استعمال کیجئے۔

سول ایجنٹ:۔

ریڈیو اینڈ ٹاکی ہوز

روبرو حیدرآباد اسٹیٹ بنک

فون نمبر ۳۲۲

خزانہ عامرہ کی موٹر پر

بنارسی مال

کا مخزن

رام بخش جے چند۔ (لاڈ بازار)

بیوپاریوں اور آفیسروں کو سپلائی کرنے والا

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

ہندو یا بروئے دواخانہ ڈاکٹر کرو سکر رپ بازار

اعظم پریس چارمینار میں طبع ہو کر دفتر مملکت سے شائع ہوا۔